وسیم اختر مفتی

زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کے زیرعنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین
کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

حضرت زبیر کا شجرۂ نسب یوں ہے، زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ، پانچویں جد قصی پر ان کا شجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے جا ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب حضرت زبیر کی والدہ تھیں اسی لیے ان کو ابن صفیہ بھی کہا جاتا ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کے والد ان کے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ باپ کی وفات کے بعد چچا نوفل بن خویلد نے حضرت زبیر کی پرورش کی۔ حضرت صفیہ ان کو خوب پیٹتیں تو نوفل منع کرتے۔ وہ جواب دیتیں، میں اس لیے مارتی ہوں تاکہ یہ سمجھ دار ہو جائے۔ ابوعبداللہ، زبیر کی مشہور کنیت ہے تاہم ان کی والدہ انھیں ابوطاہر کے نام سے پکارتیں جو ان کے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کی کنیت تھی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، تب ان کی عمر ابن کثیر کے مطابق عمر ۱۵ سال تھی اور ابن حجر کے مطابق ۱۲ سال تھی۔ ان کا شمار پہلے ۸ مسلمانوں میں ہوتا ہے۔

قبولیت اسلام کے بعد حضرت زبیر کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تاکہ وہ کفر کی طرف لوٹ آئیں، وہ کہتے میں کفر ہرگز نہ کروں گا۔ قریش کی مار پیٹ اور ایذاؤں کا سلسلہ بڑھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان سے فرمایا: بہتر ہو اگر تم حبشہ کی سرزمین چلے جاؤ جہاں ایسا بادشاہ حکم ران ہے جس کی بادشاہی میں ظلم نہیں۔ چنانچہ آپ کے حکم پر رجب ۵ نبوی (۶۱۵ء) میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ زبیر بن عوام اس پہلے قافلے میں شامل تھے جو نصف دینار کرایہ پر کشتی لے کر بحیرۂ عرب کے راستے حبشہ گیا۔ جعفر بن ابوطالب ۸۰ افراد کے ہم راہ دوسری ہجرت میں حبشہ گئے۔ اس وقت پہلی بار ہجرت کرنے والے مہاجرین نے مکہ واپسی کا قصد کیا تھا اور ان

میں سے کچھ مکہ پہنچ بھی گئے تاہم حضرت زبیر مہاجرین کے دوسرے قافلے کے ساتھ حبشہ واپس لوٹ گئے۔ حبشہ میں کچھ وقت گزرا تھا کہ شاہی خاندان کے ایک فرد نے نجاشی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ تب مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی، اگر نجاشی کی حکومت نہ رہی تو یہ زمین بھی ان کے لیے تنگ ہو جائے گی۔ انھوں نے نجاشی کی کام یابی کے لیے دعائیں کرنا شروع کیں۔ حضرت زبیر مہاجرین میں سب سے کم سن تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کے کہنے پر چھاتی سے ہوا بھری مشک باندھی اور دریا عبور کر کے میدان جنگ جا پہنچے۔ یہاں نجاشی کی فوج باغیوں سے برسر پیکار تھی۔ اللہ کے حکم سے نجاشی کو فتح حاصل ہوئی تو حضرت زبیر اپنی چادر لہراتے ہوئے خوشی خوشی واپس لوٹے۔ اس واقعہ کے بعد نجاشی کی نظر میں مسلمانوں کا مقام بڑھ گیا۔ زبیر بن عوام ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ لوٹ آئے۔

جب مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے قتال کی اجازت مل گئی ''اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا''۔ اجازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ (سورۂ حج: ۳۹) اور انصار کے ایک قبیلے نے بیعت نصرت کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کا اذن عام دے دیا۔ سب سے پہلے ابوسلمہ مخزومی پہنچے۔ پھر بیسیوں مسلمانوں نے مدینہ کا رخ کیا، ان میں عبداللہ بن جحش، طلحہ بن عبیداللہ، عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان شامل تھے۔ زبیر بن عوام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ ہجرت کی۔ وہ اور ابوسبرہ، قبیلۂ بنوجحجبی میں منذر بن محمد کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ جب نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نے سفر ہجرت کیا تو حضرت زبیر ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے۔ آپ مدینہ کے راستے میں تھے جب حضرت زبیر شام سے لوٹے۔ انھوں نے ان دونوں کو پہننے کے لیے سفید کپڑوں کا تحفہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو یہی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے (فتح الباری)

زبیر بن عوام کی اسما بنت ابوبکر سے شادی مکہ ہی میں ہو گئی تھی۔ ایام زچگی مکمل تھے کہ انھیں مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ وہ دوسرے مہاجرین کے ساتھ قبا پہنچیں تو عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ اسما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور نومولود کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے ایک کھجور منگوائی، اسے چبا کر اچھی طرح نرم کیا اور پھر بچے کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ مہاجرین کی مدینہ آمد کے بعد پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا۔ آپ نے اسے دعا دی اور عبداللہ نام رکھا۔ عبداللہ ۸ سال کے ہوئے تو حضرت زبیر نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لیے بھیجا۔ آپ انھیں دیکھ کر مسکرائے اور بیعت لے لی۔ (بخاری: ۳۹۱۰، مسلم: ۵۵۸۱)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں مواخات قائم فرمائی تو زبیر بن عوام کو اس رشتہ میں سلمہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بن سلامہ (یا کعب بن مالک) سے منسلک فرمایا۔ مکہ میں آپ عبداللہ بن مسعود کو ان کا بھائی قرار دے چکے تھے۔ ۲ھ میں نماز عید اور صدقۂ فطر شروع ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی نماز عید پڑھانے عید گاہ کی طرف چلے تو کچھ صحابہ، آپ کے آگے نیزہ لے کر چل رہے تھے۔ یہ وہی نیزہ تھا جو شاہ حبشہ نجاشی نے زبیر بن عوام کو تحفے میں دیا تھا۔

مدینہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت زبیر کے پاس ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ان کی اہلیہ اسما ہی گھوڑے کو چارہ ڈالتیں اور گھر کے لیے پانی ڈھوتیں، اونٹنی کی خوراک کے لیے وہ کھجوروں کی گٹھلیاں پیستیں۔ روٹی ان سے اچھی نہ پکتی تھی اس لیے انصار کی لڑکیاں روٹیاں پکا دیتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بنونضیر کے علاقہ میں ایک قطعۂ زمین (یا کھجوروں کا باغ) عطا کیا جو ان کے گھر سے ۶ میل دور تھا۔ اسما پیدل یہ فاصلہ طے کرتیں اور سر پر کھجوروں کی گٹھلیاں لاد کر لاتیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کچھ انصاری صحابہ کے ساتھ گزر رہے تھے کہ اسما کو جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ آپ نے انھیں اپنے پیچھے اونٹ پر بیٹھنے کو کہا لیکن اسما شرم کے مارے خاموش رہیں تو آپ چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی کے لیے ایک خادم بھیج دیا جو جانوروں کو سنبھالنے لگا۔ (بخاری: ۵۲۲۴، مسلم: ۵۶۵۶)

۲ھ ہی میں بدر کے میدان میں کفر و اسلام کا فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثار صحابہ کے ساتھ بدر کے کنووں کے قریب اترے۔ رات کے وقت آپ نے میدان جنگ کا جائزہ لینے کے لیے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلاموں اسلم اور عریض کو پکڑ لائے جو پانی بھر رہے تھے۔ ان سے قریش کے لشکر کی تعداد، اس کی جنگی پوزیشنوں اور ذخیرۂ خوراک کے بارے میں اطلاعات ملیں۔ جنگ شروع ہوئی تو دو شہ سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ زبیر بن عوام یعسوب نامی گھوڑے پر سوار میمنہ پر تھے جب کہ مقداد بن اسود بعزجہ یا سبحہ گھوڑے کی پشت پر میسرہ کی پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے۔ (بیہقی) انھوں نے زرد رنگ کا عمامہ لپیٹا ہوا تھا، روایت ہے کہ فرشتوں نے بھی ایسے عمامے باندھ رکھے تھے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے حضرت زبیر کا حلیہ اپنا لیا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے مطابق اس دن مقداد کے علاوہ کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ (مسند احمد: ۱۰۲۳) حضرت زبیر نے اس معرکے میں بڑی جرات اور دلیری کا ثبوت دیا۔ خود روایت کرتے ہیں، غزوۂ بدر میں میری بھینٹ عبیدہ بن سعید سے ہوئی جو سر سے پاؤں تک اسلحہ بند تھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ اس نے اپنی کنیت سے للکارا، میں ابو ذات الکرش ہوں تو میں نے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ایک ہی وار کر کے اس کی آنکھ میں نیزہ گاڑ دیا۔ وہ جہنم رسید ہوا تو میں نے اس کے جسم پر پاؤں رکھ کر نیزہ نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ ٹیڑھا ہو گیا۔ حضرت زبیر سے یہ نیزہ نبئ اکرم ملے لیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے حاصل کیا، ان کے بعد یہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کے پاس رہا۔ وہ شہید ہوئے تو عبداللہ بن زبیر نے اپنے پاس رکھ لیا اور آخری وقت تک ان کے پاس رہا۔ (بخاری: ۳۹۹۸)

۳ ھ میں جنگ احد ہوئی۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار لہرائی اور فرمایا، کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا؟ کئی دلیر اٹھے، ان میں عمر بن خطاب اور زبیر بھی تھے لیکن آپ نے یہ ابودجانہ (سماک بن خرشہ) کو سونپ دی۔ انھوں نے کھڑے ہو کر سوال کیا تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اس سے دشمن پر اتنی ضربیں لگاؤ کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ تلوار ملنے کے بعد ابودجانہ نے سرخ عمامہ لپیٹا اور اکڑ کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور کئی مشرکوں کی کھوپڑیاں پاش پاش کر دیں (مسلم: ۶۳۰۳) حضرت زبیر کہتے ہیں، مجھے رنج ہوا تھا کہ میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی اور آپ نے حضرت ابودجانہ کو دے دی۔ میں جنگ میں ابودجانہ کے پیچھے پیچھے رہا تاکہ ان کی کارکردگی کا جائزہ لے سکوں۔ جب انھوں نے بڑے بڑے سورماؤں کو مار گرایا تو مجھے سمجھ آیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اسی روز مشرکین کا علم بردار طلحہ عبدری (قبیلۂ عبدالدار سے منسوب) مبارزت کے لیے للکارا تو اکیلے زبیر بن عوام ہی نکلے۔ طلحہ اونٹ پر سوار تھا، حضرت زبیر نے اسے نیچے گرایا اور تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ غزوۂ احد میں حضرت زبیر پیادہ فوج کے سالار تھے۔ مسلمانوں کو ابتدا میں ہزیمت اٹھانا پڑی اور وہ تتر بتر ہو گئے۔ ایسے میں چند جان نثار صحابہ نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا، حضرت زبیر ان میں سے ایک تھے، دوسرے اصحاب ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، طلحہؓ اور حارث بن صمہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کو اسی دن شہید کیا گیا۔ حضرت زبیر کی والدہ صفیہ ان کی سگی بہن تھیں۔ وہ دوڑی دوڑی ان کے لاشہ کے پاس گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم دیا، جاؤ ان کو منع کرو۔ انھوں نے کہا، میرے بھائی کا راہ خدا میں مثلہ کیا گیا ہے، میں صبر سے کام لوں گی۔ تب آپ نے انھیں میت کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت صفیہ نے سیدنا حمزہ کو کفن دینے کے لیے دو کپڑے بھی دیے۔ شہدائے احد کی تدفین کے وقت سب میتیں حضرت حمزہ کے جسد کے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ ایک انصاری کی میت ان کے ساتھ پڑی ہوئی تھی جسے کفنانے کے لیے کوئی کپڑا نہ ملا۔ تب سیدنا حمزہ کی چادروں میں سے ایک اسے لپٹا دی گئی۔ ابتدائی شکست کے بعد مسلمان پلٹ کر آئے اور انھوں نے دوبارہ حملہ کیا تو مشرکین نے راہ فرار پکڑی۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

،کہیں یہ پلٹ نہ آ جائیں۔آپ پکارے،کون ان کفار کا پیچھا کرے گا؟۷۰ رضا کار سامنے نکلے،ان میں سیدنا ابوبکر اورزبیر بن عوام بھی تھے۔حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر سے کہا،قرآن مجید کی آیت،"الذین استجابوا للّٰہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح ط للذین احسنوا منھم و اتقوا اجر عظیم ۔ وہ مومن جنھوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا،ان میں سے جو نیکوکار اور پرہیز گار ہیں ،ان کے لیے بڑا اجر ہے۔"(آل عمران۳:۱۷۲)میں جن مومنوں کا ذکر ہے،تمھارے والد سیدنا زبیر اور نانا حضرت ابوبکر ان میں شامل تھے۔(بخاری:۴۰۷۷،مسلم:۶۲۰۱)یوم احد کو ایک ہی مشرک ابوعزہ جمحی مسلمانوں کی قید میں آیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت زبیر نے اس کا سر قلم کیا۔

۵ ھ میں جنگ خندق ہوئی۔اس موقع پر کافروں کی طرف سے نوفل بن عبداللہ مخزومی نے دعوت مبارزت دی۔تب بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سیدنا زبیر ہی نکلے۔انھوں نے ایک ہی وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دیے،اسی وقت ان کی تلوار میں دندانہ پڑا۔وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے لوٹے۔

انی امرؤ احمی و احتمی عن النبی المصطفی

میں وہ دلیر ہوں جو نبی مصطفیٰ کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی حفاظت میں رہتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں کے قبائل سے معاہدے کیے کہ وہ بیرونی جارحیت کی صورت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے لیکن غزوۂ خندق کے وقت بنوقریظہ کے یہودی معاہدہ توڑ کر مکہ کے مشرکین سے مل گئے۔جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں،تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کے حالات کا کھوج لگانے کے لیے طلیعہ(قراول یا جاسوس)کا انتخاب کیا۔آپ نے اس کام کے لیے کسی کو خود آگے آنے کو کہا تو صرف سیدنا زبیر نکلے۔آپ دوسری تیسری دفعہ پکارے تو بھی حضرت زبیر ہی سامنے آئے۔تب آپ نے فرمایا،ہر نبی کا ایک حواری(مخلص ساتھی)ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔(بخاری:۲۸۴۷،۲۶۱،۳۷۱۹،مسلم:۶۱۹۳)عبداللہ بن زبیر کی روایت کے الفاظ یوں ہیں،نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا،کون مجھے اس قوم(بنوقریظہ)کے حالات پتا کر کے دے گا؟تو حضرت زبیر نے کہا میں۔عبداللہ جو اس وقت کم سن تھے کہتے ہیں،میں قلعۂ حسان میں موجود امہات المومنینؓ اور دوسری عورتوں کے ساتھ تھا۔میں نے دو تین بار اپنے والد کو دیکھا کہ وہ مسلح حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر بنوقریظہ کی طرف آ جا رہے ہیں۔حضرت زبیر واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر)دعا دی،میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔(بخاری:۳۷۲۰،۲۸۴۶،مسلم:۶۱۹۵)یہ ذکر کہ آپ نے

انھیں ان الفاظ میں دعا دی، حضرت علی کے اس قول سے متصادم ہے، ''میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص کے بعد کسی کو فدیہ کی دعا دی ہو۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا تھا،'' (سعد!) تیر اندازی جاری رکھو، میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔'' (بخاری: ۲۹۰۵) ابن حجر کہتے ہیں، ہوسکتا ہے، حضرت زبیر کا واقعہ حضرت علی کے علم ہی میں نہ ہو یا انھوں نے خاص طور پر جنگ احد (شوال ۳ھ) کی بات کی ہو جو جنگ خندق (شوال ۵ھ) سے پہلے ہو چکی تھی۔

۷ھ میں غزوۂ خیبر ہوا۔ اس میں پہلا دوبدو مقابلہ ایک یہودی مرحب اور محمد بن سلمہ میں ہوا۔ مرحب کے جہنم واصل ہونے کے بعد اس کا بھائی یاسر نکلا تو اسے زبیر بن عوام نے انجام تک پہنچایا۔ زبیر کی والدہ صفیہ نے خدشہ ظاہر کیا، میرا بیٹا شہید ہو جائے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمھارا بیٹا ہی اپنے دشمن کی جان لے گا۔ خیبر کے بعد مسلمان یہودیوں کی ایک اور بستی وادیٔ قُریٰ پہنچے۔ یہاں بھی حضرت زبیر نے مبارزت کرنے والے یہودی کو جہنم رسید کیا۔

۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک عورت (سارہ) کو خط دے کر مکہ بھیجا تا کہ قریش کو اسلامی لشکر کی تیاریوں کی اطلاع دے کر ان کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے خبر مل گئی۔ آپ نے سیدنا علی، سیدنا زبیر اور مقداد (یا ابومرثد) کو خط حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عمر حاطب کی گردن اڑانا چاہتے تھے لیکن آپ نے بدری ہونے کی وجہ سے ان کا عذر قبول فرما لیا۔ (بخاری: ۳۹۸۳، مسلم: ۶۳۵۱)

فتح مکہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا علم سعد بن عبادہ (بعد میں قیس بن سعد) کو اور مہاجرین کا زبیر بن عوام کے ہاتھ میں دیا۔ آپ اس دستے کے ساتھ چل رہے تھے جس میں حضرت زبیر تھے۔ مکہ پہنچنے پر آپ نے انھیں حکم دیا کہ جھنڈے کو (مکہ کے پہاڑ) حجون میں گاڑ دیا جائے۔ (بخاری: ۴۲۸۰) پھر آپ نے سیدنا زبیر کو ایک دستے کا سربراہ بنا کر ہراول کے طور پر بھیجا، یہ شہر کے بائیں طرف واقع کدی کے مقام سے داخل ہوا۔ حضرت زبیر نے سرخ پگڑی باندھی ہوئی تھی، نیزہ ان کے کندھے پر تھا۔ دوسرے دستوں کی کمان خالد بن ولید اور ابوعبیدہ بن جراح کے پاس تھی۔ (مسلم: ۴۵۹۸، السیرۃ النبویہ) حضرت زبیر کی اہلیہ اسما کا جب بھی حجون سے گزر ہوتا تو کہتیں، اللہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔ (حجۃ الوداع کے موقع پر) ہم ان کے ساتھ اس مقام پر اترے تھے۔ تب ہمارے پاس بہت کم ساز و سامان تھا، میں، میری بہن عائشہ، زبیر اور فلاں فلاں نے عمرہ ادا کیا تھا۔ (بخاری: ۱۷۹۶، مسلم: ۲۹۹۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زبیر بن عوام خلافت حضرت علی کو دینے کے حق میں تھے۔ جب حضرت ابوبکر و سیدنا عمر اور دوسرے کبار صحابہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع تھے زبیر علی اور طلحہ کے ساتھ سیدہ فاطمہ کے گھر میں موجود تھے۔ تاہم جب اہل ایمان کا حضرت ابوبکر پر اتفاق ہو گیا تو وہ بھی بیعت میں شامل ہو گئے۔ جب ارتداد کا طوفان اٹھا اور کچھ لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر نے مدینہ آنے والے راستوں پر پہرہ دار دستے مقرر کیے۔ ان دستوں کے سرداروں میں زبیر بن عوام بھی تھے۔ دوسرے سردار علی، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمان بن عوف اور عبداللہ بن مسعود تھے۔

۱۳ھ میں حضرت عمر کے عہد خلافت کی ابتدا میں، شام کے علاقہ یرموک میں اسلامی اور رومی فوجوں میں سخت جنگ ہوئی جس میں ۷۰ ہزار رومی مارے گئے۔ زبیر بن عوّام، ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں شریک جنگ تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، اس جنگ میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت حضرت زبیر ہی تھے۔ کچھ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے کہا، چلو ہم مل کر کافروں پر حملہ کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا، اگر میں نے حملہ کیا اور تم نے ساتھ نہ دیا تو جھوٹے پڑ جاؤ گے۔ سب نے کہا، ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت زبیر نے ایسے زور کی یلغار کی کہ سب کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ جب وہ پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھوں پر تلوار کے دو وار کیے جن سے دو نئے گھاؤ آ گئے، جنگ بدر کے زخم کا نشان ان کے بیچ تھا۔ (بخاری: ۳۹۷۵) ۱۸ھ میں حضرت عمر نے عمرو بن عاص کو مصر میں پیش قدمی کرنے کی اجازت دی۔ فرما اور بلبیس کے شہر فتح کرنے کے بعد وہ بابلیون پہنچے تو مدینہ سے ۸ ہزار سپاہیوں کی کمک آئی۔ زبیر بن عوام، عبادہ بن صامت، مقداد بن اسود اور مسلمہ بن مخلد جیسے صحابہ اس میں شامل تھے۔ سیدنا عمر نے سیدنا زبیر کو قائد جیش مقرر کرتے ہوئے سوال کیا تھا، کیا تم مصر کی گورنری لینا چاہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، میں عمرو بن عاص کا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ مصر پہنچتے انھوں نے ہی عین شمس (Heliopolis) کے معرکے میں حصہ لیا پھر قلعۂ بابلیون کے محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت زبیر ہی تھے جنھوں نے ربیع الاول ۲۰ھ میں قلعہ کی بیرونی خندق پھلانگ کر دیوار سے سیڑھی لگائی اور کچھ سپاہیوں کو لے کر اندر اتر گئے۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو ۷ ماہ سے جاری محاصرہ ختم ہوا اور قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ حضرت عمرو نے اہل مصر سے معاہدۂ امن کیا تو سیدنا زبیر نے گواہ کے طور پر دست خط کیے۔ ۲۱ھ میں جنگ نہاوند ہوئی۔ ایرانی اپنے بڑے بڑے شہر اہواز، اصطخر اور مدائن چھن جانے سے رنجیدہ تھے۔ انھوں نے فیرزان کی قیادت میں ڈیڑھ لاکھ فوج اکٹھی کر لی تو حضرت عمر نے مقابلے کے لیے خود ایران جانے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر عثمان، طلحہ، علی، زبیر اور

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عبدالرحمان بن عوف نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کا خود قیادت کرنا مناسب نہ ہوگا چنانچہ نعمان بن مقرن کو اس مہم پر روانہ کیا گیا۔

جب خلیفۂ دوم حضرت عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا اور جان بر ہونے کی امید نہ رہی تو انھوں نے اصحاب عشرۂ مبشرہ میں سے ۶ افراد کی مجلس تشکیل دے کر ان میں سے ایک کو اپنا جانشین بنانے کی وصیت کی۔ زبیر بن عوام ان میں شامل تھے لیکن جب عبدالرحمان بن عوف نے انتخاب کو تین افراد پر موقوف کرنے کی تجویز پیش کی تو وہ حضرت علی کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ (بخاری: ۳۷۰۰) ۳۱ھ میں حضرت عثمان کو دوسری بار نکسیر پھوٹی اور وہ حج پر نہ جا سکے۔ ایک قریشی صحابی ان کے پاس آئے اور مشورہ دیا کہ اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ انھوں نے باقی مسلمانوں سے مشورہ کر کے ایک نام بھی تجویز کیا جس پر حضرت عثمان نے خاموش رضامندی ظاہر کی۔ ایک روایت کے مطابق وہ تجویز کردہ زبیر بن عوام اور دوسری کے مطابق عبدالرحمان بن عوف تھے۔ (بخاری: ۳۷۱۷) بلوائیوں نے حضرت عثمان کو گھر میں محصور کر مدینہ میں شورش برپا کی تو حضرت زبیر سورۂ انفال کی آیت: ۲۵ (واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة۔ اس فتنہ سے بچ کر رہو جو تم میں سے محض ظلم کرنے والوں تک محدود نہ رہے گا) تلاوت کرتے اور کہتے، میں یہ آیت ایک عرصہ تلاوت کرتا اور سوچتا رہا، میں اس کا مصداق نہیں ہوں لیکن اب ہم پر اس کا اطلاق ہونے لگا ہے۔ اہل کوفہ زبیر کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، وہ ان کی حمایت حاصل کرنے آئے تو انھوں نے ڈانٹ کر واپس بھیج دیا۔ حضرت عثمان کا آخری جمعہ وہ تھا جب باغیوں نے مسجد نبوی میں سنگ باری کی، نمازی زخمی ہو گئے اور سیدنا عثمان بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت زبیر نے اس موقع پر حضرت علی اور حضرت طلحہ کے ساتھ گھر جا کر ان کی عیادت کی۔ انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ پر حضرت عثمان کے گھر کی حفاظت کی ذمہ داری ڈال رکھی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنی وصیت سیدنا زبیر ہی کو لکھوائی۔ حضرت زبیر ان چند صحابہ میں سے تھے جنھوں نے حضرت عثمان کے جنازے اور تدفین میں شرکت کی۔

خلیفۂ مظلوم کی شہادت کے بعد مدینہ ۵ دن (دوسری روایت: ۲ دن) تک ملعون غافقی بن حرب کی امارت میں رہا۔ حضرت علی خلافت قبول کرنے سے ہچکچاتے رہے۔ انھیں سیدنا زبیر اور سیدنا طلحہ نے اس پر آمادہ کیا۔ انھوں نے دلیل دی، امت امیر کے بغیر متحد نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت طلحہ نے اپنے شل ہاتھ کے ساتھ ان کی بیعت کی پھر سیدنا زبیر آگے بڑھے۔ کوفی منصب امارت پر بٹھانے کے لیے زبیر کو ڈھونڈتے رہے لیکن وہ ان کے ہاتھ نہ آئے۔ خلیفہ بننے کے بعد زبیر بن عوام، طلحہ اور کچھ اور صحابہ پھر حضرت علی کے پاس آئے اور حدود قائم کرنے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اورحضرت عثمان کا قصاص لینے کا مطالبہ کیا۔حضرت زبیر نے کوفہ کی اور طلحہ نے بصرہ کی گورنری کا تقاضا کیا۔ان کا کہنا تھا، وہ وہاں سے فوج اکٹھی کر لائیں گے جو مدینہ کو خوارج اور قاتلین سیدنا عثمان سے خالی کرائے گی۔ان کا مشورہ مقبول نہ ہوا تو وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔پھر بصرہ پہنچے اور فوج کشی کی تیاریاں کرنے لگے،صرف حضرت زبیر نے ایک ہزار گھڑ سوار اکٹھے کر لیے۔ان کی کل فوج ۳۰ ہزار تھی۔حضرت علی کو علم ہوا تو وہ ۲۰ ہزار کا لشکر لے کر بصرہ روانہ ہوئے،ساتھ ہی قعقاع کو پیغام دے کر بھیجا کہ جنگ کا ارادہ چھوڑ کر صلح پر آمادہ ہو جائیں۔زبیر،طلحہ اور سیدہ عائشہ نے مثبت جواب دیا تاہم جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں، قاتلین عثمان نے منہ اندھیرے جنگ کی ابتدا کر دی۔

جنگ جمل میں زبیرؓ بن عوام نے حضرت عائشہؓ کا ساتھ دیا بلکہ زبیرؓ ہی نے عائشہؓ کو خروج پر آمادہ کیا۔وہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں اصلاح چاہتے تھے۔ان کے خیال میں ایسا تبھی ہو سکتا تھا اگر حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لے لیا جاتا۔۳۶ھ کی ابتدا میں زبیرؓ سیدہ عائشہؓ اور طلحہؓ کے ساتھ بصرہ گئے تو حضرت علیؓ نے عمارؓ بن یاسرؓ اور حسنؓ کو کوفہ بھیجا۔عمارؓ نے عوام سے خطاب کیا اور کہا،سیدہ عائشہؓ (حمایت حاصل کرنے کے لیے) بصرہ پہنچی ہیں۔بخدا! وہ (ہمارے اور) تمھارے نبیؐ کی اہلیہ ہیں، دنیا میں تھیں اور آخرت میں بھی ہوں گی۔لیکن اللہ نے تم لوگوں کو آزمالیا ہے کہ تم اس کی بات مانتے ہو یا عائشہؓ کے پیچھے چلتے ہو۔(بخاری: ۷۱۰۰) ابن کثیر کہتے ہیں،سیدہ عائشہؓ کی طرح زبیرؓ بن عوام کو بھی جنگ جمل میں حصہ لینے پر افسوس ہونے لگا تھا۔ان کے جنگ سے رجوع کرنے کی خبر حضرت علیؓ تک پہنچی تو انھوں نے کہا، اگر ابن صفیہؓ کو اپنا حق پر ہونا یقینی ہوتا تو ہرگز رجوع نہ کرتے۔دوسری روایت اس طرح ہے، جنگ جمل کے دوران میں حضرت علیؓ خچر پر سوار ہو کر آئے اور پکارے، زبیرؓ کو بلاؤ۔وہ آئے تو کہا،تمھیں وہ دن یاد ہے جب انصار کے سقیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا، زبیرؓ! تم علیؓ سے محبت کرتے ہو؟ تم نے کہا، ہاں، بھلا میں اپنے ماموں زاد، چچا زاد اور ہم مذہب سے محبت نہ کروں گا۔پھر آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا تو میں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔تب آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا، زبیرؓ! تم علیؓ سے قتال کرو گے حالانکہ تم ظالم ہو گے۔زبیرؓ نے کہا، ہاں میں یہ بات بھول چکا تھا۔پھر وہ اپنے گھوڑے (ذوالخمار) پر سوار پلٹے اور فوج کی صفیں چیرتے ہوئے میدان جنگ چھوڑ گئے۔(مستدرک حاکم: ۵۵۷۳) انھوں نے حضرت عائشہؓ کو بھی اپنے رجوع سے مطلع کر دیا۔حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے، مجھے امید ہے، میں طلحہؓ اور زبیرؓ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہوا،''ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً علی سرر متقٰبلین۔ان کے

سینوں میں جو تھوڑی بہت کپٹ ہو گی ہم نکال دیں گے، یہ حال ہو گا کہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔(سورۂ حجر:۴۸)

۱۰ جمادی اولیٰ ۳۶ھ (۶۵۶ء)، جمعرات کے دن زبیر بن عوام نے مدینہ واپس جانے کا قصد کیا۔ احنف نے کہا، اس شخص کو دیکھو! لوگوں کو اکٹھا کر کے آمنے سامنے کھڑا کیا اور اب گھر کو چل پڑا ہے۔ کون اس کی خبر لے گا؟ عمرو بن جرموز تمیمی، فضالہ بن حابس اور نفیع (یا نفیل بن حابس) نے ان کا پیچھا شروع کیا۔ وہ بصرہ سے ۵ میل دور وادئ سباع کے مقام پر پہنچے تھے کہ عمرو نے انھیں اس وقت قتل کر دیا جب وہ سوئے ہوئے تھے (یا نماز پڑھ رہے تھے)۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ بیدار تھے۔ انھوں نے ڈٹ کر عمرو کا مقابلہ کیا تو اس نے اپنے ساتھیوں فضالہ اور نفیع کو بلا لیا جنھوں نے زبیرؓ کی جان لی۔ دوران جنگ میں طلحہؓ بھی ایک تیر کا شکار ہو کر شہید ہوئے۔ زبیر کی عمر ۶۷ برس تھی، انھیں ان کے مقتل ہی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ عمرو زبیرؓ کا سر اور ان کی تلوار لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا، مجھے شاباشی ملے گی لیکن علیؓ نے اسے جہنم کی وعید سنائی۔ انھوں ے زبیرؓ کی تلوار پہچان کر کہا، اس تلوار نے بہت دیر تک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانیاں دور کیے رکھیں۔ زبیرؓ نے اپنے پیچھے بھاری ترکہ چھوڑا جس کی مالیت ۵۹ کروڑ ۸۰ لاکھ درہم بتائی جاتی ہے۔ یہ مال فے، غنائم اور تجارت سے حاصل کیا گیا تھا۔ ابن اثیر کہتے ہیں، زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج دیتے۔ اس میں سے وہ ایک پائی بھی نہ رکھتے اور کل رقم صدقہ کر دیتے۔ ۲۲ لاکھ درہم لوگوں کے واجبات (دین) ادا کرنے کے بعد مال کا ایک تہائی اس وصیت کے مطابق صرف کیا گیا جو وہ عبداللہؓ کو لکھوا چکے تھے۔ باقی مال وارثوں میں تقسیم کیا گیا تو ۴ بیواؤں میں سے ہر ایک کو ۱۲ لاکھ درہم ملے۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ کے مطابق ان کے والد کے ترکہ میں نقد رقم نہ تھی بلکہ ان کے باغ اور مدینہ، کوفہ، بصرہ اور مصر میں موجود ان کے مکانات کو بیچ کر رقم حاصل کی گئی۔ عبداللہؓ ۴ سال تک ہر حج کے موقع پر زبیرؓ کے قرض خواہوں کا پتا کرتے رہے اور پھر اپنے بھائی بہنوں میں وراثت تقسیم کی۔

(باقی)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com